کیاجوائنٹ فیملی سسٹم ٹوٹ رہاہے؟

شادی جیسااہم فیصلہ اور مشترکہ خاندانی نظام: گیلپ پاکستان کی چونکادینے والی رپورٹ

گیلپ پاکستان کی حالیہ رپورٹ کے مطابق، 81 فیصد افراد نے اپنی شادی کو والدین کی پسند سے تعبیر کیا ہے۔ جبکہ لو میرج کو ترجیح دینے والوں میں مردوں، شہری علاقوں کے مکینوں اور 30 سال سے کم عمر کے نوجوانوں میں شرح زیادہ پائی گئی۔

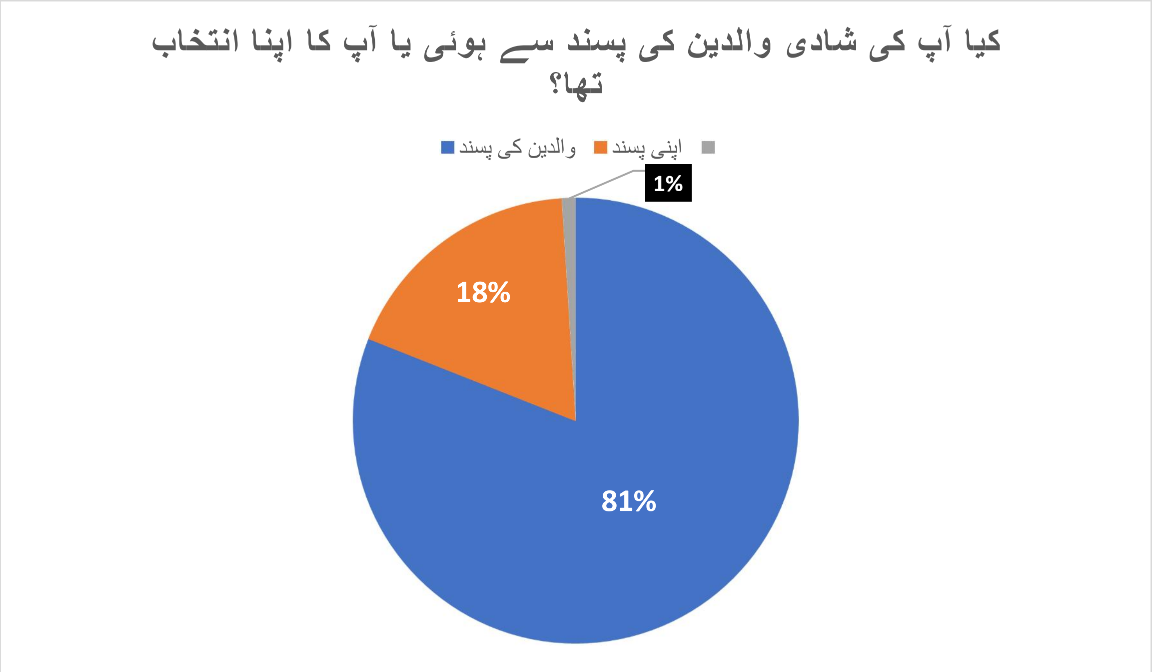

شادی جیسااہم فیصلہ، والدین کی پسند ہی ترجیح کیوں؟

اپنی پسند کی شادی خواتین کی نسبت مردوں میں 8 فیصد زیادہ شرح پائی گئی۔ خواتین میں پسند کی شرح 14 فیصد جبکہ مردوں میں 22 فیصد پائی گئی۔ مجموعی طور پر اپنی پسند کی شادی کی شرح 18 فیصد رہی۔

اگر ریسرچ بنیادوں پر مرتب کی گئی مذکورہ رپورٹ کو سامنے نہ رکھا جائے تو رپورٹ کے اس پہلو کو ماننا شاید مشکل ہو جائے کہ والدین کی پسند یا اُن کی مرضی کی شادی کو ترجیح دینے والوں کی شرح غالب ہے۔ عمومی طور پر سمجھا جاتا ہے کہ سماجی حالات میں بدلاؤ آنے سے بچے اپنی مرضی کی زندگی کو ترجیح دینے لگے ہیں اور زندگی کے اہم فیصلے، روایتی خاندانی بنیادوں پر نہیں کرتے۔ لیکن یہ رپورٹ واضح کرتی ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ لو میرج کی نسبت ارینج میرج، آج بھی پاکستانیوں کی ترجیح ہے۔

تاہم رپورٹ میں خواتین کی نسبت مرد، دیہی ثقافت کی نسبت شہری ثقافت اور کم عمر نوجوان، اپنی مرضی اور پسند کو ترجیح دینے کی طرف مائل ہیں۔ یہ پہلو واضح کرتا ہے کہ خواتین آج بھی سماجی بندھنوں میں خود کو زیادہ بندھی محسوس کر رہی ہیں اور نئی نسل روایت سے انحراف کی صورت جدید تمدن کی تشکیل کا ہیولا بناتی پائی جا رہی ہے۔

علاقائی سطح پر یہ شرح حیران کن حد پر مماثلت کی حامل ہے۔ دیہاتوں اور شہروں میں فرق بہت قلیل رہا۔ صاف ظاہر ہے کہ شہری اور دیہاتی زندگی کا پیٹرن مختلف ہے۔ شہروں میں رہنے والے افراد اپنے فیصلوں میں کافی خود مختار ہوتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ معاشی خود مختاری ہو سکتی ہے۔ جو خواتین اور مرد معاشی طور پر آزاد ہوتے ہیں، اُن کے پاس فیصلوں کا کافی اختیار ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارے دیہی نظام میں خاندان بطور اکائی آج بھی مضبوط دکھائی دیتی ہے۔ لیکن مذکورہ رپورٹ شہری اور دیہی امتیاز میں زیادہ فرق کو بیان نہیں کرتی۔ شہری علاقوں میں والدین کی پسند سے شادی کی شرح 80 فیصد رہی، جبکہ دیہاتوں میں والدین کی پسند سے شادی کی شرح 82 فیصد رہی۔ البتہ نوجوان نسل اپنی پسند کو ترجیح دینے میں سر فہرست ہے۔ گویا نئی نسل سماجی سطح پر روایتی انداز کو توڑتی محسوس ہو رہی ہے۔

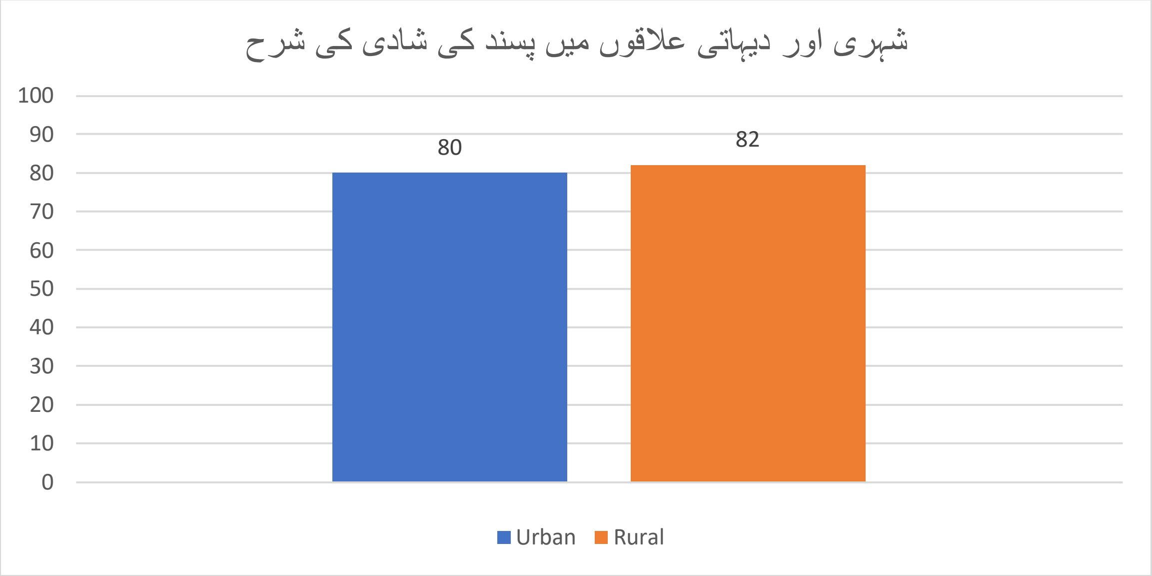

30 سال کے نوجوانوں میں اپنی پسند کی شادی کی شرح سب سے زیادہ 21 فیصد محسوس کی گئی۔ یوں نوجوان اپنی مرضی کو ترجیح دینے میں سب سے اُوپر ہیں۔

مشترکہ خاندانی نظام کیوں؟

سوال یہ ہے کہ جب لوگوں کی زیادہ تعداد زندگی کے اہم فیصلے میں اپنے والدین کی مرضی کو ترجیح دے رہی ہے تو کیا وہ مشترکہ خاندانی نظام کو بھی پسند کرتی ہے یا نہیں؟

والدین یا اپنی پسند کی شادی کے جائزہ کے بعد اگر اس پہلو کا جائزہ لیا جائے کہ پاکستانی لوگ جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں یا نہیں؟ تو اس حوالے سے اعداد و شمار سے معلوم پڑتا ہے کہ 62 فیصد لوگ، مشترکہ خاندانی نظام میں رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ عورتوں کی نسبت مردوں کی 15 فیصد زیادہ شرح مشترکہ خاندانی نظام میں رہنے کو اولیت دیتی ہے۔

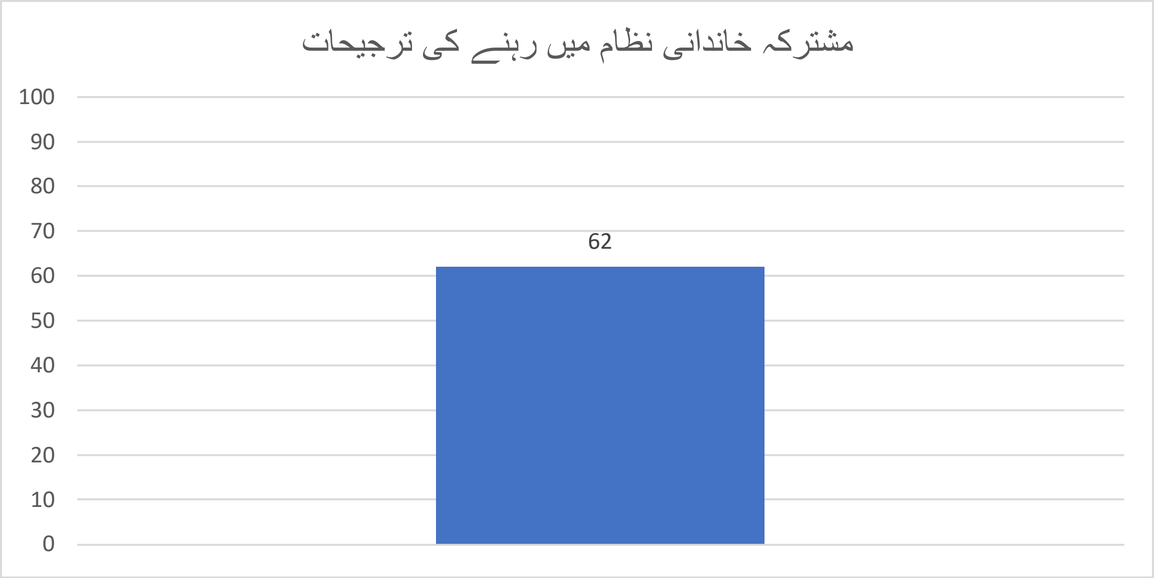

جبکہ پختہ عمر کے لوگ جیسا کہ 30 سے 50 سال والوں کی 65 فیصد شرح جوائنٹ فیملی کو پسند کرتی ہے۔

دیہی اور شہری علاقوں میں، بھی معمولی فرق سامنے آیا، شہروں میں رہنے والے افراد کی 4 فیصد زیادہ شرح مشترکہ خاندانی نظام کو پسند کرتی ہے۔

54 فیصد خواتین مشترکہ خاندان میں رہنا چاہتی ہیں، اور 69 فیصد مرد۔ اگر دیکھا جائے تو شادی شدہ خواتین کو مشترکہ خاندانی نظام میں رہنا، زیادہ مشکلات اور روزمرہ کی اُلجھنوں میں ڈال سکتا ہے۔ کیونکہ اُن کے پاس اپنے ذاتی نوعیت کے فیصلوں کا اختیار بھی خاندان کے سربراہ جو کہ عمومی طور پر مرد ہی ہوتا ہے، کے پاس چلا جاتا ہے۔ یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ بہو نے اگر میکے جانا ہے تو عمومی طور ساس یا سسر سے پوچھ کر جاتی ہے۔ ساس اور سسر یہ تعین بھی کرتے ہیں کہ اُس نے اپنے والدین کے گھر کتنے دِن رہنا ہے۔ ایک تاثر یہ بھی ہے کہ مشترکہ خاندانی نظام کے اندر پرائیویسی تو بالکل ہی ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ ایسی صورت میں اپنا آپ جینا تو دو بھر ہی ہو جاتا ہے۔ لیکن گیلپ پاکستان کی رپورٹ بتاتی ہے کہ 54 فیصد خواتین مشترکہ خاندانی نظام میں رہنا ہی پسند کرتی ہیں۔

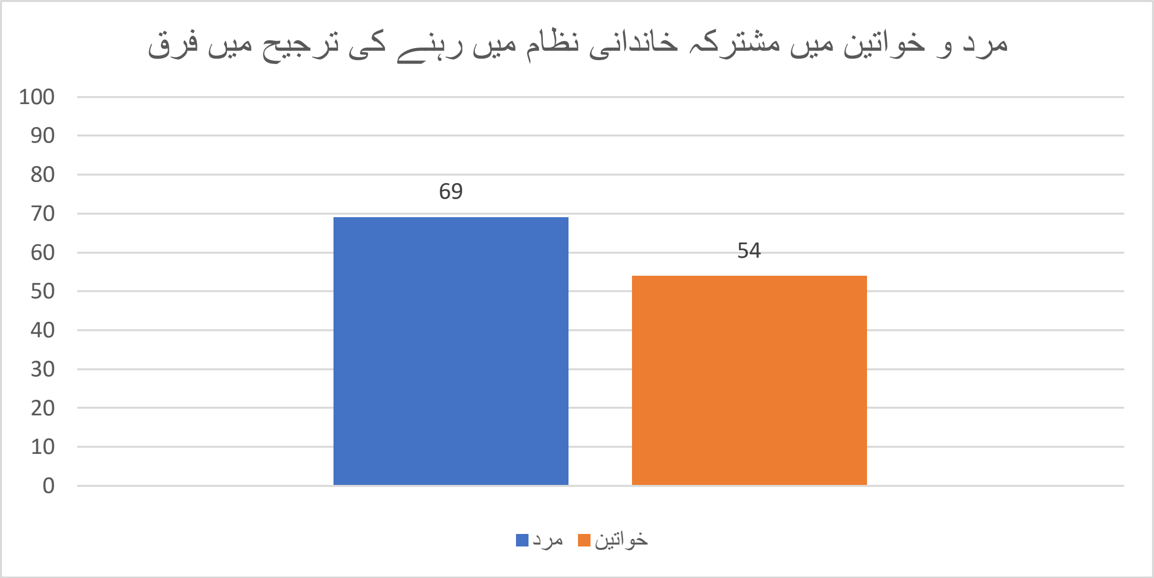

خواتین کے حوالے سے ایک پہلو یہ بھی ہو سکتا ہے؟

بہ ظاہر تاثر یہی ہے کہ جب کسی لڑکی کی شادی ہوتی ہے تو وہ اپنے شوہر کے ساتھ الگ تھلگ گھر میں رہنا پسند کرتی ہے۔ایک ایسے گھر میں جہاں کسی کا اختیار نہ ہو۔اس طرح کی کہانیاں ہمارے ارد گرد بکھری پڑی ہیں کہ لڑکی نے اکیلے رہنے کی ضد کی اور بالآخر شوہر کو اُس کے والدین سے جدا کرلیا وغیرہ۔لیکن گیلپ کی رپورٹ بتاتی ہے کہ خواتین کی بڑی تعداد مشترکہ خاندانی سسٹم میں رہنا چاہتی ہے۔اس سوچ کے پیچھے ایک پہلو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُن کے بچوں کو دادادادی کے ساتھ رہنے کا موقع مل جاتا ہے اور بچوں کی تربیت کا ایک مسئلہ ازخود ہی حل ہو جاتا ہے۔علاوہ ازیں یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ورکنگ وومن کے لیے مشترکہ خاندانی نظام میں رہنا نعمت بھی بن جاتا ہے کہ اُن کے بچوں کو ڈے کیئر میں نہیں رہنا پڑتا اور وہ اپنے گھر میں اپنے دادادادی کے ساتھ رہتے ہیں۔

جہاں تک 69 فیصد مردوں کا معاملہ ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ بدلتے روزگار کے مواقع نے، مشترکہ خاندان کو ضرورت بنا ڈالا ہے۔ایسے لوگ مشاہدے میں آتے رہتے ہیں، جو کام کے سلسلہ میں اپنے شہر سے کئی کئی دِن باہر رہتے ہیں، لیکن اُن کو یہ اطمینان ہوتا ہے کہ اُن کے بچے پیچھے اکیلے نہیں ہیں۔یہاں ذمہ داریاں تقسیم ہو جاتی ہیں۔نئے سماجی نظام میں ذمہ داریوں کا بوجھ ایسے ہی کم کیا جا سکتا ہے۔

ساس بہو کے مابین رشتہ کی نوعیت مضبوط یا کمزور؟

اسی طرح اس سوال کے جواب میں کہ عام طور پر پاکستان میں ساس بہو کا رشتہ کیسا ہے؟ 52 فیصد پاکستانیوں کے نزدیک ساس اور بہو کے مابین رشتہ مضبوط بنیادوں پر استوار ہے۔

56 فیصد مرد حضرات جبکہ 47 فیصد خواتین اس رشتہ کو مضبوط قرار دیتے ہیں۔

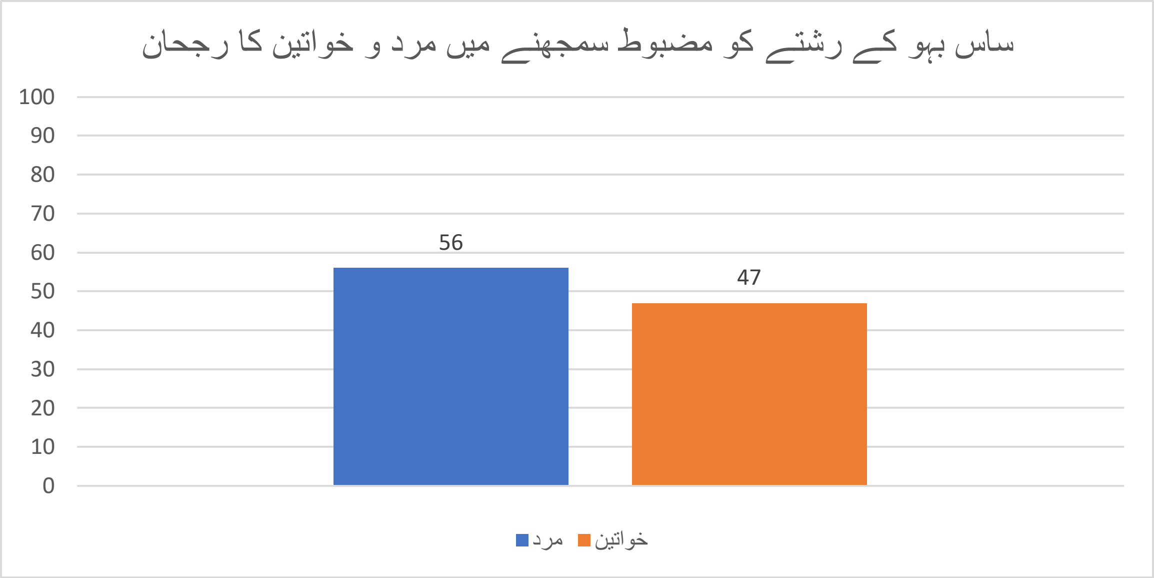

اگر گیلپ پاکستان کی یہ رپورٹ ہمارے سامنے نہ ہوتی تو شاید سنی سنائی اور تاثر پر مبنی ساس بہو کی کہانیوں کی موجودگی میں یہ ماننا مشکل ہو جاتا کہ 52 فیصد پاکستانی ساس بہو کے رشتے کو مضبوط دیکھتے ہیں۔ ہمارے ڈرامے، ہماری کہانیاں تو ساس بہو کے تنازعات کے موضوعات کو مرغوب رکھتے ہیں۔

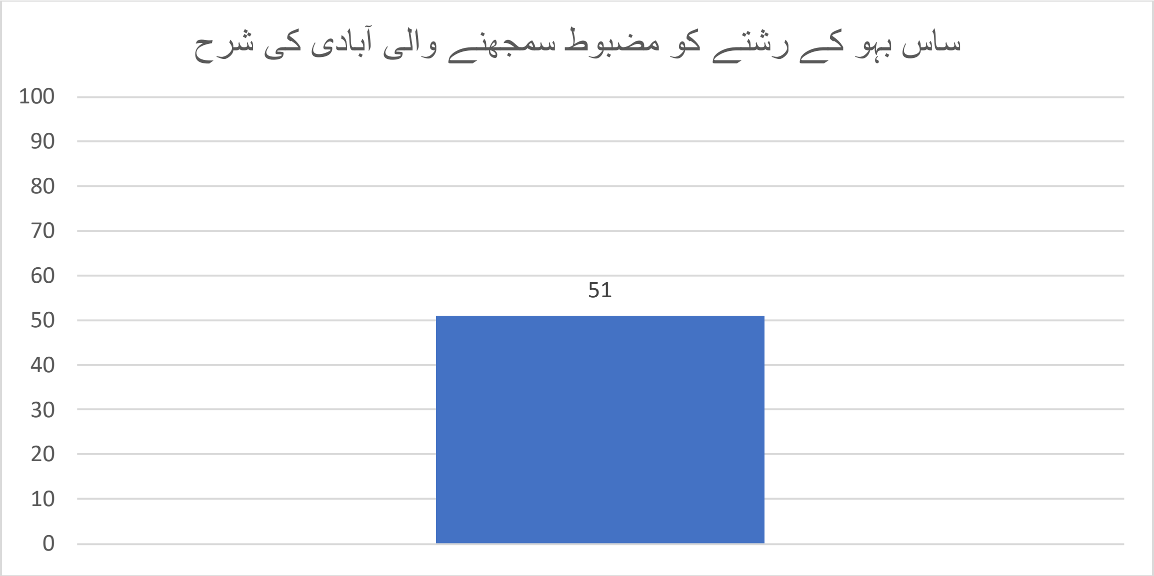

اگر عمر کے لحاظ سے دیکھا جائے تو 30 سال سے کم عمر کے لوگوں کی شرح 43 فیصد بنتی ہے۔ 30 سے 50 سال کے عمر کے لوگوں کی یہ شرح 57 فیصد بنتی ہے۔ جبکہ 50 سال سے زائد عمر کے لوگوں کی یہ شرح 50 فیصد بنتی ہے۔